''بخدا آپ اسلام کے لئے آدم ثانی اور خیر الانام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے انوار کے مظہر اوّل تھے۔'' (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

''سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ ابوبکری خصلت اور فطرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو مجاہدہ کرے اور پھر حتی المقدور دعا سے کام لے۔'' (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔراشد صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ 03؍ دسمبر 2021ء بمطابق 03؍ فتح 1400 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر

شروع ہو گا۔ حضرت ابوبکرؓ کا نام عبد اللہ تھا اور عثمان بن عامر ان کے والد کا نام تھا۔ کنیت ابوبکر تھی اور آپؓ کے لقب 'عتیق' اور 'صدیق' تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی ولادت عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد 573ء میں ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ کا نام جیسا کہ مَیں نے کہا عبد اللہ تھا۔ آپؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو تیم بن مُرَّہ سے تھا۔ جاہلیت میں آپؓ کا نام عبد الکعبہ تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے

عبد اللہ رکھ دیا۔ آپؓ کے والد کا نام عثمان بن عامر تھا اور ان کی کنیت ابو قُحافہ تھی اور والدہ کا نام سلمیٰ بنت صَخر بن عامِر تھا اور ان کی کنیت اُمّ الخیر تھی۔ ایک قول کے مطابق آپؓ کی والدہ کا نام لَیلیٰ بنت صَخر تھا۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد ۳ صفحہ ۹۱ – ۹۲، عبد اللّٰہ بن ابی قحافة، دار الکتب العلمیة بیروت، ۲۰۰۲ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۹۰، ومن بنی تیم بن مرّة بن کعب، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۹۶ء)

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد ۳ صفحہ ۲۰۴، عبد اللّٰہ بن عثمان، دار الفکر بیروت، ۲۰۰۳ء)

(اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۴۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۵ء)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں مُرّہ پر جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

(حضرت ابوبکر صدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 57 اردو ترجمہ انجم سلطان شہباز بک کارنر شو روم جہلم)

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کی والدہ کا سلسلہ نسب ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے چھٹی پشت پر جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

(سیدنا ابوبکر صدیق کی زندگی کے سنہرے واقعات از عبد المالک مجاہد صفحہ 29 مطبوعہ دار السلام)

ابو قحافہ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کی اہلیہ ام الخیر ان کے چچا کی بیٹی تھیں۔

(الروض الانف جلد اول صفحہ ۴۳۰ "اسلام ابی بکر"۔ دار الکتب العلمیة بیروت طبع اول)

یعنی حضرت ابوبکرؓ کی والدہ ان کے والد کی چچا کی بیٹی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے والدین حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے اور ان دونوں نے اپنے بیٹے یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ورثہ پایا۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد پہلے ان کی والدہ کی وفات ہوئی۔

(اسد الغابة جلد ۷۔ ام الخیر بنت صخر زیر حرف الخاء صفحہ ۳۱۴-۳۱۵۔ دار الکتب العلمیة ۲۰۰۸ء)

اور پھر حضرت ابوبکرؓ کے والد نے 14/ ہجری میں 97 برس کی عمر میں وفات پائی۔

(الاصابہ جلد ۳۔ حرف العین زیر لفظ عثمان بن عامر۔ صفحہ ۴۲۴۔ دار الفکر ۲۰۰۱ء)

حضرت ابوبکرؓ کے والد اور والدہ دونوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔

آپؓ کے والد کے ایمان لانے کا واقعہ یوں ہے کہ آپ کے والد فتح مکہ تک ایمان نہیں لائے تھے۔ اس وقت ان کی بینائی جاچکی تھی۔ فتح مکہ کے وقت جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ اپنے والد کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر! تم اس بوڑھے عمر رسیدہ شخص کو گھر ہی رہنے دیتے۔ مَیں خود ان کے پاس آجاتا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا

رسول اللہؐ! یہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے نہ یہ کہ آپؐ ان کے پاس تشریف لاتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اسلام لے آئیں۔ آپ سلامتی میں آ جائیں گے۔ چنانچہ ابو قحافہ نے اسلام قبول کر لیا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر جلد ۴ صفحہ ۳۷۴-۳۷۵ ذکر عثمان بن عامر، ابوقحافۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۵ء)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ابو قحافہ کو فتح مکہ کے دن لایا گیا تو ان کا سر اور داڑھی ثَغَامہ کی طرح سفید ہو چکے تھے۔ ثَغَامہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سفید رنگ کا ایک پھول ہوتا تھا جو پہاڑوں پر اُگتا تھا۔ بہرحال بالکل سفید بال تھے۔ داڑھی بہت سفید تھی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کسی اَور رنگ سے تبدیل کر دو یعنی اس پہ خضاب لگا دو۔ رنگ کر دو زیادہ بہتر ہے لیکن سیاہ رنگ سے بچو۔

(صحیح مسلم کتاب الادب باب فی صبغ الشعر و تغییر الشیب حدیث ۳۹۱۱ مترجم جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۸-۱۹۹)

یہ مطلب نہیں تھا کہ سیاہ رنگ کوئی برائی ہے بلکہ شاید آپ نے خیال فرمایا ہو کہ عمر کے اس حصہ میں بالکل سیاہ رنگ کے بال چہرے پر شاید مناسب نہ لگیں تو بہرحال آپ نے کہا اس کو رنگ دینا چاہیے، خضاب لگا دینا چاہیے۔

حضرت ابو بکرؓ کی والدہ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھیں۔ اس کا ذکر سیرت حلبیہ میں اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تشریف لے گئے تا کہ وہاں آپؐ اور آپؐ کے صحابہ چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں اور اس وقت مسلمانوں کی تعداد اڑتیس (38) تھی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ مسجد حرام میں تشریف لے چلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! ہماری تعداد قلیل ہے لیکن حضرت ابو بکرؓ اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف لائے۔ وہاں حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کے سامنے خطاب کیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے خطاب میں لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی۔ اس طرح آپؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خطیب

ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ اس پر مشرکین حضرت ابوبکرؓ اور مسلمانوں کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے اور انہیں بُری طرح مارا پیٹا۔ حضرت ابوبکرؓ کو پیروں تلے روندا گیا اور انہیں خوب مارا پیٹا گیا۔ عُتبہ بن رَبِیعہ حضرت ابوبکر کو ان جوتوں سے مار رہا تھا جس پر دوہرا چمڑا لگا ہوا تھا۔ اس نے ان جوتوں سے حضرت ابوبکرؓ کے چہرے پر اتنا مارا کہ منہ سوج جانے کی وجہ سے آپؓ کے چہرے پر ناک کی بھی پہچان نہیں ہو پا رہی تھی۔ پھر بنو تیم کے لوگ بھاگتے ہوئے آئے اور مشرکین کو حضرت ابوبکرؓ سے دور کیا۔ بنو تیم کے لوگوں نے آپؓ کو ایک کپڑے میں ڈال کر اٹھایا اور انہیں ان کے گھر میں لے گئے اور انہیں حضرت ابوبکرؓ کی موت میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس حد تک مارا تھا۔ اس کے بعد بنو تیم کے لوگ واپس آئے اور مسجد میں، خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور کہا خدا کی قسم! اگر ابوبکرؓ فوت ہو گئے تو ہم ضرور عُتبہ کو قتل کر دیں گے، جس نے زیادہ مارا تھا۔ پھر وہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس واپس آئے اور آپؓ کے والد ابو قحافہ اور بنو تیم کے لوگ آپؓ سے بات کرنے کی کوشش کرنے لگے مگر آپؓ بیہوشی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیتے تھے یہاں تک کہ دن کے آخری حصہ میں آپؓ بولے اور سب سے پہلے یہ پوچھا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

مگر لوگوں نے ان کی بات کا جواب نہ دیا مگر آپؓ بار بار یہی سوال دہراتے رہے۔ اس پر آپ کی والدہ نے کہا۔ خدا کی قسم! مجھے تمہارے ساتھی کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی بہن اُمِّ جمیل بنت خطاب کے پاس جائیں۔ اُمِّ جمیلؓ پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں لیکن اپنے اسلام کو چھپایا کرتی تھیں۔ آپ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کریں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی والدہ اُمّ جمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ ابوبکر، محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: میں محمدؐ کو نہیں جانتی اور نہ ہی ابوبکرؓ کو۔ پھر اُمِّ جمیل نے حضرت ابوبکرؓ کی والدہ سے کہا کہ کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کے ساتھ چلوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر وہ ان کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئیں تو اُمِّ جمیل نے آپ کو زخموں سے چُور

زمین پر پڑا دیکھا تو چیخ اٹھیں اور کہا کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے وہ یقیناً فاسق لوگ ہیں اور میں امید رکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ لے گا۔تب حضرت ابوبکرؓ نے ان سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ امِّ جمیل نے کہا یہ تمہاری والدہ بھی سن رہی ہیں۔ آپ نے کہا: وہ تمہارا راز ظاہر نہیں کریں گی۔ اس پر امِّ جمیل نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ آپؐ اس وقت کہاں ہیں؟ اُمّ جمیل نے کہا دارِ ارقم میں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشقِ رسولؐ کے اس اعلیٰ مقام کو دیکھیں، جب یہ بات سنی تو پھر حضرت ابوبکرؓ نے کہا خدا کی قسم! میں نہ کھانا چکھوں گا اور نہ پانی پیوں گا یہاں تک کہ پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔حضرت ابوبکرؓ کی والدہ نے بتایا کہ ہم نے انہیں یعنی ابوبکرؓ کو کچھ دیر روکے رکھا یہاں تک کہ جب لوگوں کا باہر آنا جانا تھم گیا اور لوگ پُرسکون ہو گئے تو ہم آپؓ کو لے کر نکلے۔ آپؓ میرے سہارے سے چل رہے تھے یہاں تک کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے تو حضرت ابوبکرؓ پر شدید رقت طاری ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکرؓ کی یہ حالت دیکھی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بوسہ دینے کے لیے حضرت ابوبکرؓ پر جھکے اور مسلمان بھی آپؓ پر جھکے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے اس کے جو لوگوں نے میرے منہ پر چوٹیں لگائی ہیں اور یہ میری والدہ اپنے بیٹے سے اچھا سلوک کرنے والی ہیں۔ یہ مختصر سی باتیں کیں۔ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے طفیل ان کو آگ سے بچالے۔حضرت ابوبکرؓ نے اپنی والدہ کے بارے میں کہا کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے طفیل ان کو آگ سے بچالے یعنی ایمان لے آئیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی والدہ کے لیے دعا کی اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی جس پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ ۴۱۸-۴۱۹ باب استخفائہ صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ فی دار الارقم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء) اس طرح حضرت ابوبکرؓ کی والدہ نے شروع میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش

کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں اِصابہ جو صحابہ کی سوانح پر ایک مستند کتاب ہے اس کے مطابق

حضرت ابوبکرؓ صدیق عَامُ الفِیل کے دو سال چھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد ۴ صفحہ ۱۴۵،عبد اللہ بن عثمان،دارالکتب العلمیة بیروت،۲۰۰۵ء)

تاریخ طبری اور طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ آپؓ عام الفیل کے تین سال کے بعد پیدا ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ ذکر وصیة ابی بکر دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۴۸۔ دارالکتب العلمیة بیروت)

اسی طرح

حضرت ابوبکرؓ کے لقب

ہیں۔ دو لقب مشہور ہیں جو بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک 'عتیق' اور ایک 'صدیق'۔

عتیق

کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس بارے میں لکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا۔ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ کہ تم اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد کردہ ہو۔ پس اس دن سے آپؓ کو عتیق کا لقب دیا گیا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب تسمیتہ عتیقا حدیث ۳۶۷۹)

بعض مؤرخین لقب کے بجائے حضرت ابوبکرؓ کا نام عتیق بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ لقب نہیں بلکہ آپؓ کا نام تھا لیکن یہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سُیُوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں امام نَوَوِی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا نام عبد اللہ تھا اور یہی زیادہ مشہور اور درست ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ کا نام عتیق تھا لیکن درست وہی ہے جس پر اکثر علماء متفق ہیں کہ عتیق آپ کا لقب تھا نہ کہ نام۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷ دارالکتاب العربی بیروت ۱۹۹۹ء)

سیرت ابنِ ہشام میں لقب عتیق کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے اور آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے آپ کو عتیق کہا جاتا تھا۔

(السیرة النبویة لابن ہشام اسلام ابی بکر و من معہ صفحہ ۱۱۷۔ دار ابن حزم ۲۰۰۹)

سیرت ابن ہشام کی شرح میں عتیق لقب کی درج ذیل وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ عتیق کا مطلب ہے اَلْحَسَنُ یعنی عمدہ صفات والا۔ گویا کہ آپ کو مذمت اور عیوب سے بچایا گیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ کو عتیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی والدہ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ انہوں نے نظر مانی کہ

اگر ان کے ہاں بچہ ہوا تو وہ اس کا نام عبد الکعبہ رکھیں گی اور اس کو کعبہ کے لیے وقف کر دیں گی۔ جب آپؓ زندہ رہے اور جوان ہو گئے تو آپؓ کا نام عتیق پڑ گیا گویا کہ آپؓ موت سے نجات دیے گئے۔

(الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد اول صفحہ ۴۳۰ ”اسلام ابی بکر“۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت طبع اول)

ان کے علاوہ بھی لقب عتیق کی مختلف وجوہات ملتی ہیں۔ بعض لوگوں کے مطابق آپؓ کو عتیق اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپؓ کے نسب میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی وجہ سے اس پر عیب لگایا جاتا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۳ صفحہ ۹۶۳، عبد اللہ بن ابی قحافۃ، دار الجیل بیروت)

عتیق کا ایک معنی قدیم یا پرانے کے بھی ہیں۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ کو عتیق اس وجہ سے بھی کہا جاتا تھا کہ آپؓ قدیم سے نیکی اور بھلائی کرنے والے تھے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد ۴ صفحہ ۱۴۶، عبد اللہ بن عثمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۵ء)

اسی طرح اسلام قبول کرنے میں اور بھلائی میں پہل کرنے کی وجہ سے آپ کا لقب عتیق رکھا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری کتاب بدء الخلق باب مناقب المھاجرین و فضلھم جلد ۱۶ صفحہ ۲۶۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۳)

اور جو دوسرا لقب ہے

صدیق

اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کیوں 'صدیق' نام رکھا گیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ جہاں تک صدیق کا تعلق ہے تو کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ لقب آپؓ کو دیا گیا تھا اس سچائی کی وجہ سے جو آپؓ سے ظاہر ہوتی رہی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو جو خبریں بتایا کرتے تھے ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں جلدی کرنے کی وجہ سے آپؓ کا نام صدیق پڑ گیا۔

(تاریخ الخلفاء لجلال الدین السیوطی صفحہ ۲۸-۲۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۹۹ء)

حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ جب رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا یعنی واقعہ اسراء جو ہوا تھا تو صبح کو لوگ اس واقعہ کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ جب آپؐ نے بتایا اور لوگوں میں سے بعض جو آپؐ پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے آپؐ کی تصدیق بھی کی تھی وہ پیچھے ہٹ گئے۔ بعض کمزور ایمان ایسے بھی تھے۔ اس وقت مشرکین میں سے کچھ

لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کیا آپؓ کو اپنے ساتھی کے بارے میں کچھ معلوم ہے کہ وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ انہیں رات کو بیت المقدس لے جایا گیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا واقعی آپؐ نے یہ فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں انہوں نے کہا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا اگر آپؐ نے یہ فرمایا ہے تو یقیناً سچ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا کیا تم ان کی تصدیق کرتے ہو کہ رات کو بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گئے؟ کیونکہ یہ بیت المقدس مکہ سے تقریباً تیرہ سو کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ہاں میں اُس کی بھی تصدیق کروں گا جو اس سے بھی بعید ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں صبح شام اترنے والی آسمانی خبر کے بارے میں بھی آپؐ کی تصدیق کرتا ہوں۔ چنانچہ اس وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کا نام صدیق پڑ گیا، آپؓ کو صدیق کہا جانے لگا۔

(المستدرك علی الصحیحین للحاکم کتاب معرفة الصحابة جلد ۳ صفحه ۸۱ حدیث ۴۴۵۸ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲ء)
(اٹلس سیرت نبوی صفحہ 136)

حضرت ابو ہریرہؓ کے آزاد کردہ غلام ابو وہب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے لے جایا گیا یعنی واقعہ اسراء میں تو میں نے جبریل سے کہا یقیناً میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی یعنی میری بات کو سچ نہیں مانے گی تو جبریل نے کہا۔ یُصَدِّقُكَ اَبُوْبَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيْقُ۔ یعنی آپؐ کی تصدیق ابو بکرؓ کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔ یہ طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحه ۱۲۷، ''ابوبکر الصدیق'' دار الکتب العلمیة ۱۹۹۰ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت عائشہؓ کی روایت یہ ہے کہ جب اسراء کا واقعہ ہوا تو لوگ دوڑے دوڑے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا دوست کیا کہتا ہے؟ انہوں نے کہا کیا کہتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ کہتا ہے کہ میں رات بیت المقدس تک ہو کر آیا ہوں۔'' حضرت مصلح موعودؓ لکھ رہے ہیں کہ ''اگر معراج کا ذکر ساتھ ہی آپؐ نے کیا ہوتا'' یعنی ایک ہی وقت میں بتایا ہوتا یا ایک ہی واقعہ ہوتا ''تو کفار اس حصہ پر زیادہ شور کرتے مگر انہوں نے صرف یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں رات کو بیت المقدس تک گیا تھا۔ پھر جب ابو بکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو لوگوں نے کہا: کیا آپ اس خلافِ عقل بات کو بھی مان لیں گے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: مَیں تو اس کی یہ بات بھی مان لیتا ہوں کہ صبح

شام اس پر آسمان سے کلام اترتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 286)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپؓ میں کیا کیا کمالات تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے دل کے اندر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں حضرت ابو بکرؓ نے جو صدق دکھایا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ ابو بکری خصلت اور فطرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو مجاہدہ کرے اور پھر حتی المقدور دعا سے کام لے۔ جب تک ابو بکری فطرت کا سایہ اپنے اوپر ڈال نہیں لیتا اور اسی رنگ میں رنگین نہیں ہو جاتا صدیقی کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 372تا373)

عَتِیق اور صِدِّیق کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

حضرت ابو بکرؓ کے دیگر القابات

بھی تھے یعنی جیسے

خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰه

حضرت ابو بکر صدیق کو خلیفۃ رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں ذکر ہے ایک آدمی نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا یا خلیفۃَ اللّٰہ! اے اللہ کے خلیفہ! تو آپؓ نے فرمایا خلیفۃ اللہ نہیں بلکہ خلیفۃ رسول اللہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں اور میں اسی پر راضی ہوں۔

(الطبقات الکبری لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۳۷ ذکر بیعۃ ابی بکر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

صحیح بخاری کے شارح علامہ بدر الدین عینی بیان کرتے ہیں کہ مؤرخین وغیرہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا لقب خلیفۃ رسول اللہ تھا۔

(عمدۃ القاری کتاب بدء الخلق باب مناقب المهاجرین و فضلهم جلد ۱۶ صفحہ ۲۶۰، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰۳ء)

لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا یہ لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ اس لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا یہ لقب

ہے۔ یہ بعد کی بات ہے۔ لوگوں نے نام رکھا یا آپؓ نے خود اپنے لیے پسند کیا۔

اَوَّاہٌ

ایک یہ بھی لقب ہے۔ اَوَّاہٌ کا معنی ہے بہت ہی بردبار اور نرم دل۔ طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو ان کی نرمی اور رحمت کی وجہ سے اَوَّاہٌ کا کہا جاتا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

اَوَّاہٌ مُّنِیْب

اَوَّاہٌ مُّنِیْب کا مطلب ہے بہت ہی بُردبار، نرم دل اور جھکنے والا۔ طبقاتِ کبریٰ میں ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو سنا وہ منبر پر کہہ رہے تھے غور سے سنو۔ راوی نے کہا حضرت علیؓ کو سنا وہ منبر پر کہہ رہے تھے کہ غور سے سنو کہ حضرت ابوبکرؓ بہت ہی بردبار، نرم دل اور جھکنے والے تھے۔ غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو خیرخواہی عطا کی جس کے نتیجہ میں وہ خیرخواہ ہو گئے۔

(الطبقات الکبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۷، دارالکتب العلمیة، بیروت، ۲۰۱۲ء)

اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن

یہ بھی ایک لقب کہا جاتا ہے۔ اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کے معنی ہیں شکر کرنے والوں کا سردار۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کثرتِ شُکر کی وجہ سے اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کہا جاتا تھا۔ عمدة القاری میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

(عمدة القاری کتاب بدء الخلق باب مناقب المهاجرین و فضلهم جلد ۱۶ صفحہ ۲۶۰، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰۳ء)

ثَانِیَ اثْنَیْنِ

یہ بھی ایک لقب کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اللہ تعالیٰ نے ثَانِیَ اثْنَیْنِ کے لقب سے پکارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ (التوبۃ: 40) کہ اگر تم اس رسول کی مدد نہ بھی کرو تو اللہ تعالیٰ پہلے بھی اس کی مدد کر چکا ہے جب اسے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا وطن سے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے ایک تھا جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام فرماتے ہیں ''اللہ نے تکلیف دہ وقت اور مشکل حالات میں

اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آپؓ کے ذریعہ تسلی فرمائی اور الصدیق کے نام اور نبی ثقلینؐ کے قرب سے مخصوص فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثَانِيَ اثْنَيْنِ کی خِلعت فاخرہ سے فیضیاب فرمایا اور اپنے خاص الخاص بندوں میں سے بنایا... کیا تمہیں کسی ایسے شخص کا علم ہے جسے ثَانِيَ اثْنَيْنِ کے نام سے موسوم کیا گیا اور نبی دو جہان کے رفیق کا نام دیا گیا ہو اور اس فضیلت میں شریک کیا گیا ہو کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور اسے دو تائید یافتہ میں سے ایک قرار دیا گیا ہو۔ کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کی قرآن میں اس تعریف جیسی تعریف کی گئی ہو اور جس کے مخفی حالات سے شبہات کے ہجوم کو دور کر دیا گیا ہو اور جس کے بارے میں نصوصِ صریحہ سے نہ کہ ظنی شکی باتوں سے یہ ثابت ہو کہ وہ مقبولین بارگاہ الٰہی میں سے ہیں۔ بخدا اس قسم کا صریح ذکر جو تحقیق سے ثابت شدہ ہو جو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مخصوص ہے میں نے رَبِّ بیتِ عتیق کے صحیفوں میں کسی اَور شخص کے لئے نہیں دیکھا۔ پس اگر تجھے میری اس بات کے متعلق شک ہو یا تمہارا یہ گمان ہو کہ میں نے حق سے گریز کیا ہے تو قرآن سے کوئی نظیر پیش کرو اور ہمیں دکھاؤ کہ فرقان حمید نے کسی اور شخص کے لئے ایسی صراحت کی ہو اگر تم سچوں میں سے ہو۔'' (سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 60، 63 تا 64) سر الخلافہ میں آپؑ نے یہ فرمایا۔

پھر ایک لقب

صاحب الرسول

بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے رسول کا ساتھی۔ حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک جماعت سے کہا تم میں سے کون سورۂ توبہ پڑھے گا۔ ایک شخص نے کہا میں پڑھتا ہوں۔ پھر جب وہ آیت إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ کہ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر، یہاں تک پہنچا تو حضرت ابو بکرؓ رو پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی تھا۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ صفحہ ۵۶، باب عرض رسول اللہ ﷺ نفسہ...... دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

پھر

آدم ثانی

ایک لقب ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کا یہ وہ لقب ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ کو عطا فرمایا ہے، آپؑ نے حضرت ابو بکرؓ کو آدم ثانی قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک

مکتوب میں بیان فرماتے ہیں ''ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتاسکتے۔''

(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 151 مکتوب نمبر 2 مکتوب بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحب مطبوعہ ربوہ)

سر الخلافہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ''اور بخدا آپ اسلام کے لئے آدم ثانی اور خیر الانام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے انوار کے مظہر اول تھے۔''

(سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 51 - 52)

پھر

خلیل الرسول

ایک لقب ہے۔ سیرت کی کتابوں میں خلیل الرسول بھی حضرت ابوبکرؓ کا لقب بیان کیا گیا ہے اور اس کی بنیاد کتب حدیث میں موجود ایک روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مرض الموت کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں نے لوگوں میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ضرور حضرت ابوبکرؓ کو ہی خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد میں تمام کھڑکیوں کو میری طرف سے بند کر دو سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد، حدیث نمبر ۴۶۷)

ہمارے ریسرچ سیل نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے اور سوال ان کا ٹھیک ہے کہ اس روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خلیل کسی کو بناتے تو حضرت ابوبکرؓ کو بناتے لیکن بنایا نہیں۔ اس بات کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی ایک جگہ فرما دی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کہ اگر میں کسی کو دنیا میں خلیل بناتا تو حضرت ابوبکرؓ کو بناتا کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ جملہ بھی قابل تشریح ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو آپ دوست تو رکھتے تھے۔ پھر اس کا کیا مطلب؟ بات اصل میں یہ ہے کہ خُلّت اور دوستی تو وہ ہوتی ہے جو رگ و ریشہ میں دھنس جائے۔ وہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ اور اس کے لئے مخصوص

ہے۔ دوسروں کے ساتھ محض اخوت اور برادری ہے۔ خُلّت کا مفہوم ہی یہی ہے کہ وہ اندر دھنس جاوے'' یعنی خُلّت کی اعلیٰ قسم کی جو پہچان ہے وہ یہ ہے۔ اعلیٰ مقام ہے ''جیسے یوسف زلیخا کے اندر رَچ گیا تھا۔ بس یہی معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک فقرہ کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تو کوئی شریک نہیں۔ دنیا میں اگر کسی کو دوست رکھتا تو ابو بکرؓ کو رکھتا۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 277)

اللہ تعالیٰ کا تو ایک مقام ہے اس جیسا مقام کسی کو نہیں مل سکتا لیکن بہرحال جو دنیا کی دوستی ہے اس میں اگر کوئی دوستی ہے تو ابو بکر کی۔ یعنی دوستی تو تھی لیکن اللہ تعالیٰ سے دوستی کے مقابلے میں نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دوستی ہے۔ دنیا کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ جیسی دوستی کرنا ایک نبی کے لئے اور خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ممکن ہی نہیں تھا یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر کوئی بات دنیا داری کے لحاظ سے ممکن تھی تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس مقام کے سب سے زیادہ حق دار ابو بکر ہیں۔

آپؓ کی کنیت

کیا تھی؟ حضرت ابو بکرؓ کی کنیت 'ابو بکر' تھی اور اس کی ایک سے زائد وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔ بعض کے نزدیک بکر جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ کو اونٹوں کی پرورش اور غور و پرداخت میں بہت دلچسپی اور مہارت تھی اس لیے لوگوں نے آپؓ کو ابو بکر کہنا شروع کر دیا۔ بَکَّرَ کا ایک معنی جلدی کرنا بھی ہے۔ پہل کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ بعض کے بقول یہ کنیت اس لیے پڑی کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اِنَّہٗ بَکَّرَ اِلَی الْاِسْلَامِ قَبْلَ غَیْرِہٖ۔ انہوں نے دوسروں سے پہلے اسلام کی طرف پیش قدمی کی۔

(ماخوذ از عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 41۔ البدر پبلیکیشنز۔ 2000ء)

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ ان کو پاکیزہ خصلتوں میں اِبْتِکَار یعنی پیش پیش ہونے کی وجہ سے ابو بکر کہا جاتا تھا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ ۳۹۰ باب ذکر اول الناس ایمانا بہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

حلیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے حلیہ کے بارہ میں روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک عربی شخص کو دیکھا جو پیدل چل رہا تھا اور آپ اس وقت اپنے ہودج میں تھیں۔ آپؓ نے فرمایا: میں نے اس

شخص سے زیادہ حضرت ابوبکرؓ سے مشابہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ آپؓ ہمارے لیے حضرت ابوبکرؓ کا حلیہ بیان کریں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ گورے رنگ کے شخص تھے۔ دبلے پتلے تھے۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔ کمر ذرا خمیدہ تھی، ذرا جھکی ہوئی تھی کہ آپؓ کا تہبند بھی کمر پر نہیں رکتا تھا اور نیچے سرک جاتا تھا۔ چہرہ کم گوشت والا تھا۔ آنکھیں اندر کی طرف تھیں اور پیشانی بلند تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۴۰۔ ''ابوبکر الصدیق'' ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا تو اللہ روزِ قیامت اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میرے کپڑے کی ایک طرف ڈھیلی رہتی ہے یعنی ایک سائیڈ جو ہے وہ ڈھیلی رہتی ہے اور نیچے آجاتی ہے سوائے اس کے کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ تو غرور سے ایسا نہیں کرتے۔ (صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا حدیث:۳۶۶۵) یہ جائز ہے۔ کوئی بات نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ مہندی اور کَتَم سے خضاب لگایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شَیبِہٖ ﷺ روایت نمبر ۶۰۷۳)

کَتَم۔ یہ بُوٹی بلند پہاڑوں پر اگتی ہے اور وَسْمَہ کے ساتھ ملا کر لگائی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ بالوں کو سیاہ رنگت دی جاتی تھی۔

(لسان العرب زیر مادہ ''کتم'')

اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے پیشہ اور قریش میں آپؓ کے مقام

کے بارے میں تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی قوم میں مقبول اور محبوب تھے۔ آپؓ نرم مزاج شخص تھے۔ قریش کے حسب و نسب اور اس کی اچھائی اور برائی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپؓ تجارت کرنے والے شخص تھے اور اچھے اخلاق اور نیکیوں کے مالک تھے۔ آپؓ کی قوم کے لوگ ایک سے زائد باتوں کی وجہ سے آپؓ کے پاس آتے اور آپؓ سے محبت رکھتے تھے۔ یعنی آپؓ کے علم کی وجہ سے، آپؓ کے تجربات کی وجہ سے اور آپؓ کی اچھی مجلسوں کی وجہ سے۔

(تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۵۴۰-۵۴۱ تاریخ ما قبل الھجرۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ قریش کی ساری قوم تجارت پیشہ تھی اور اس کا ہر فرد اسی شغل میں مشغول تھا۔ چنانچہ ابو بکرؓ نے بھی بڑے ہو کر کپڑے کی تجارت شروع کر دی جس میں انہوں نے غیر معمولی فروغ حاصل کیا اور ان کا شمار بہت جلد مکہ کے نہایت کامیاب تاجروں میں ہونے لگا۔ تجارت کی کامیابی میں ان کی جاذبِ نظر شخصیت اور بے نظیر اخلاق کو بھی بڑا خاصا دخل تھا۔

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی، صفحہ 41، علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت ابو بکرؓ کا راس المال چالیس ہزار درہم تھا۔ آپؓ اس میں سے غلاموں کو آزاد کرواتے اور مسلمانوں کی خبر گیری کرتے رہے یہاں تک کہ جب آپؓ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۴۸ ذکر عبداللہ بن عثمان، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۵ء)

اسلام سے قبل کے بعض واقعات

ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ اپنی مالی وسعت اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے قریش میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ آپؓ رؤسائے قریش میں سے تھے اور ان کے مشوروں کے محور تھے۔ آپؓ سب سے زیادہ پاکیزہ اور نیک لوگوں میں سے تھے۔ آپؓ رئیس، معزز، سخی تھے اور بکثرت اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے۔ اپنی قوم میں ہر دلعزیز اور محبوب تھے۔ اچھی مجلسوں والے تھے۔ آپؓ تعبیر الرؤیا میں لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے تھے یعنی آپؓ کا اس بارے میں بہت علم تھا۔ علم تعبیر الرؤیا کے بہت بڑے عالم ابن سیرین کہتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ اس امت کے سب سے بڑے تعبیر الرؤیا کے عالم تھے اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اہلِ عرب کے حسب و نسب کو جاننے والے تھے۔

جُبَیر بن مُطْعِم جو کہ اس فن، علم الانساب میں کمال تک پہنچے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے نسب کا علم حضرت ابو بکرؓ سے سیکھا ہے۔ خاص طور پر قریش کا حسب و نسب کیونکہ حضرت ابو بکرؓ قریش میں سے قریش کے حسب و نسب اور جو اچھائیاں اور برائیاں ان کے نسب میں تھیں ان کا آپ سب سے زیادہ علم

رکھنے والے تھے اور آپؓ ان کی برائیوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے یعنی حضرت ابو بکرؓ برائیوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ حضرت عقیل بن ابو طالبؓ کی نسبت ان میں زیادہ مقبول تھے۔ حضرت عَقیلؓ حضرت ابو بکرؓ کے بعد قریش کے حسب و نسب اور ان کے آبا و اجداد اور ان کی اچھائیوں اور برائیوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے مگر حضرت عقیلؓ قریش کو ناپسندیدہ تھے کیونکہ وہ قریش کی برائیاں بھی گنوا دیتے تھے۔ حضرت عقیلؓ مسجد نبوی میں نسب ناموں، عرب کے حالات و واقعات کا علم حاصل کرنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔

اہلِ مکہ کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ ان کے بہترین لوگوں میں سے تھے

چنانچہ جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی وہ آپ سے مدد طلب کر لیا کرتے تھے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۰ باب اول الناس ایمانا بہ ﷺ، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

مکہ میں بسنے والے تمام قبائل کو کعبہ کے مناصب کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی منصب حاصل ہوتا تھا اور کوئی فریضہ تفویض ہوتا تھا۔ بنو عبد مناف کے سپرد حاجیوں کے لیے پانی کی فراہمی اور انہیں ضروری آسائشیں فراہم کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ بنو عبد الدار کے ذمہ جنگ کے وقت علمبرداری، کعبہ کی دربانی اور دار الندوہ کا انتظام تھا۔ لشکروں کی سپہ سالاری حضرت خالد بن ولیدؓ کے قبیلہ بنو مخزوم کے حصہ میں آئی تھی۔ خون بہا اور دِیتیں اکٹھا کرنا حضرت ابو بکرؓ کے قبیلہ بنو تَیم بن مُرّہ کا کام تھا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ جوان ہوئے تو یہ خدمت ان کے سپرد کر دی گئی۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 59)

جب حضرت ابو بکرؓ کسی چیز کی دیت کا فیصلہ کرتے تو قریش آپؓ کی تصدیق کرتے اور آپؓ کی دیت کا لحاظ کرتے اور اگر آپؓ کے علاوہ کوئی اَور دیت کا فیصلہ کرتا تو قریش اس کو چھوڑ دیتے اور اس کی تصدیق نہ کرتے تھے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد ۳ صفحہ ۳۱۱، عبد اللہ بن عثمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۸ء)

حِلف الفُضُول

میں حضرت ابو بکرؓ کی بھی شمولیت تھی۔ یہ غریبوں کی مدد کا، مظلوموں کی مدد کا وہ خاص معاہدہ تھا جس کا ”قدیم زمانہ میں عرب کے بعض شریف دل اشخاص کو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ باہم مل کر عہد کیا جاوے

کہ ہم ہمیشہ حق دار کو اس کا حق حاصل کرنے میں مدد دیں گے اور ظالم کو ظلم سے روکیں گے اور عربی میں چونکہ حق کو فضل بھی کہتے ہیں جس کی جمع فضول ہے اس لئے اس معاہدہ کا نام حلف الفُضُول رکھا گیا۔ بعض روایتوں کی رو سے چونکہ اس تجویز کے محرک ایسے شخص تھے جن کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا تھا اس لئے یہ عہد حلف الفُضُول کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بہرحال حَربِ فُجّار کے بعد اور غالباً اسی جنگ سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زُبیر بن عبدالمطّلِب کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس حلف کو پھر تازہ کیا جائے۔ چنانچہ اس کی تحریک پر بعض قبائل قریش کے نمائندگان عبداللہ بن جُدعَان کے مکان پر جمع ہوئے جہاں عبداللہ بن جُدعَان کی طرف سے ایک دعوت کا انتظام تھا اور پھر سب نے اتفاق کر کے باہم قسم کھائی کہ ہم ہمیشہ ظلم کو روکیں گے اور مظلوم کی مدد کریں گے۔ اس عہد میں حصہ لینے والوں میں بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد، بنو زُہرہ اور بنو تَیم شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس موقعہ پر موجود تھے اور شریک معاہدہ تھے۔ چنانچہ آپؐ ایک دفعہ نبوت کے زمانہ میں فرماتے تھے کہ میں عبداللہ بن جُدعَان کے مکان پر ایک ایسی قسم میں شریک ہوا تھا کہ اگر آج اسلام کے زمانہ میں بھی مجھے کوئی اس کی طرف بلائے تو مَیں اس پر لبیک کہوں گا۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 104-105)

ایک مصنف حضرت ابوبکرؓ کی بھی حلف الفُضُول میں شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس انجمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہوئے تھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی شامل ہوئے تھے۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب و روز از محمد حذیفہ لاہوری۔ صفحہ 19 مکتبہ الحرمین لاہور)

بعثت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا تعلق اور دوستی

کا حال یوں بیان ہوا ہے۔ ابن اسحاق اور ان کے علاوہ بعض اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور امانت اور آپؐ کی پاک فطرت اور عمدہ اخلاق سے اچھی طرح واقف تھے۔ ایک اور روایت میں ذکر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی حضرت ابوبکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۲ جزء ۳ باب ذکر اول من اسلم..... صفحہ ۲۹ و ۳۲۔ دار الکتب العلمیۃ ۲۰۰۱ء)

سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن ہی سے ان کو یعنی حضرت ابو بکرؓ کو خاص انس اور خلوص تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ احباب میں داخل تھے۔ اکثر تجارت کے سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

(سیر الصحابۃ جلد اول حصہ اول صفحہ 56)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بعثت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ احباب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''بعثت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستانہ تعلقات کا دائرہ بہت ہی محدود نظر آتا ہے۔ دراصل شروع سے ہی آپؐ کی طبیعت علیحدگی پسند تھی اور آپؐ نے اپنی عمر کے کسی حِصہ میں بھی مکہ کی عام سوسائٹی میں زیادہ خلا ملا نہیں کیا۔ تاہم بعض ایسے لوگ بھی تھے جن کے ساتھ آپؐ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ ان سب میں ممتاز حضرت ابو بکرؓ یعنی عبد اللہ بن ابی قُحافہ تھے۔ جو قریش کے ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی شرافت اور قابلیت کی وجہ سے قوم میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ دوسرے درجہ پر حَکِیم بن حِزَام تھے جو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ یہ نہایت شریف الطبع آدمی تھے۔ شروع شروع میں یہ اسلام نہیں لائے لیکن اس حالت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ آخر سعادتِ طبعی اسلام کی طرف کھینچ لائی۔ پھر زَید بن عمرو سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات تھے۔ یہ صاحب حضرت عمرؓ کے قریبی رشتہ دار تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں ہی شِرک ترک کر رکھا تھا اور اپنے آپ کو دین ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے مگر یہ اسلام کے زمانہ سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 114)

بہرحال حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات میں نمبر ایک پہ تھے۔ زمانہ جاہلیت سے ہی حضرت ابو بکرؓ کو شرک سے نفرت تھی اور اجتناب کرتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی شرک نہیں کیا اور نہ کبھی کسی بت کو سجدہ کیا

چنانچہ سیرۃ حلبیہ میں لکھا ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ یقیناً حضرت ابو بکرؓ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ علامہ ابن جوزی نے حضرت ابو بکرؓ کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے جاہلیت میں ہی بتوں کی

عبادت سے انکار کر دیا تھا یعنی وہ کبھی بتوں کے پاس نہیں گئے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد ۱۔باب ذکر اول الناس ایمانا۔ صفحہ ۳۸۴-۳۸۵۔ دار الکتب العلمیۃ ۲۰۰۲ء)

زمانہ جاہلیت میں آپؓ کو شراب سے نفرت تھی۔حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ

حضرت ابو بکرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔

آپؓ نے نہ جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام میں کبھی شراب پی۔

(کنز العمال جزء ۱۲ صفحہ ۴۹۰ مناقب ابو بکر حدیث ۳۵۶۰۹۔ مؤسسۃ الرسالۃ ۱۹۸۵ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مجمع میں حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپؓ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب پی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اعوذ باللہ۔ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں اپنی عزت کو بچاتا تھا اور اپنی پاکیزگی کی حفاظت کرتا تھا کیونکہ جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور پاکیزگی کو ضائع کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا صَدَقَ اَبُوبَکْرٍ۔ صَدَقَ اَبُوبَکْرٍ ۔یعنی ابو بکر نے سچ کہا۔ ابو بکر نے سچ کہا۔ آپؐ نے دو مرتبہ یہ فرمایا۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۳۰ ،فصل: کان ابو بکر اعف الناس فی الجاھلیۃ، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۹۹ء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

قبولِ اسلام

کے بارے میں مختلف جگہوں پر روایات ملتی ہیں۔بعض تفصیلی ہیں۔بعض مختصر ہیں۔ بہرحال یہ بھی کچھ بیان کر دیتا ہوں۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میرے ماں باپ اسی دین یعنی اسلام پر تھے اور ہم پر کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس صبح شام دونوں وقت نہ آئے ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الکفالۃ بَابُ جوار ابی بکر فی عھد النبی ﷺ وعقدہ حدیث نمبر ۲۲۹۷)

حضرت ابو بکرؓ کے

قبولِ اسلام کے بارے میں مختلف روایات بیان

کی جاتی ہیں۔ شرحِ زُرقَانِی میں حضرت ابو بکرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن

حضرت ابو بکرؓ حکیم بن حزام کے گھر میں تھے۔ اس وقت ان کی لونڈی آئی اور کہنے لگی کہ تیری پھوپھی خدیجہ یہ بیان کرتی ہے کہ اس کا خاوند موسیٰ کی مانند بطور نبی بھیجا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ وہاں سے چپکے سے نکلے یہاں تک کہ آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

(شرح زرقانی علیٰ مواہب اللدنیہ جلد۱ صفحہ ۴۴۷-۴۴۸، ذکر اول من آمن باللّٰہ و رسولہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۶)

سیرتِ ابنِ ہشام کی شرح الرَّوضُ الاُنُف میں حضرت ابو بکرؓ کی ایک رؤیا اور اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل حضرت ابو بکرؓ نے ایک خواب دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ چاند مکہ میں اتر آیا ہے۔ پھر انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مکہ کی تمام جگہوں اور گھروں میں پھیل گیا ہے۔ اس کا ایک ایک ٹکڑا ہر گھر میں داخل ہو گیا ہے اور پھر گویا وہ چاند آپؓ کی گود میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بعض اہلِ کتاب علماء سے اس خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ وہ نبی جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس کا زمانہ آ گیا ہے اور آپؓ اس نبی کی پیروی کریں گے اور اس وجہ سے لوگوں میں سب سے زیادہ آپؓ سعادت مند ہوں گے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے توقف نہ کیا۔

(الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام جلد اول صفحہ ۴۳۱ ”اسلام ابی بکر“۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

سُبُلُ الھدیٰ میں حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے کہ کعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا سبب آسمان سے نازل ہونے والی ایک وحی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ شام میں تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔ وہاں آپؓ نے ایک رؤیا دیکھی اور اس رؤیا کو بَحِیْرَا راہب سے بیان کیا۔ اس پر بَحِیْرَا راہب نے پوچھا کہ آپؓ کہاں سے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ مکّہ سے۔ اس نے پوچھا: مکّہ کے کون سے قبیلہ سے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ قریش سے۔ اس نے پوچھا: آپؓ کیا کرتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: تاجر ہوں۔ اس پر بَحِیْرَا راہب نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی رؤیا کو سچ کر دکھایا تو تمہاری قوم میں سے ایک نبی مبعوث کیا جائے گا۔

تم اس نبی کی زندگی میں اس کے وزیر ہو گے اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔

پھر حضرت ابو بکرؓ نے اسے مخفی رکھا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ

نے کہا۔ اَے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جو دعویٰ کرتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ باقی جگہ تو کوئی دلیل نہیں کبھی مانگی لیکن بہرحال اس روایت میں یہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خواب جو تم نے شام میں دیکھی تھی وہی دلیل ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کیا اور آپؐ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

(سبل الھدیٰ جلد۱ صفحہ ۱۲۴ الباب التاسع فیما اخبر بہ الاحبار... دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۳ء)

اس روایت میں حضرت ابوبکرؓ کی ایک رؤیا کا تذکرہ ہوا ہے لیکن اس کی تفصیلات اس جگہ درج نہیں کہ اس رؤیا میں حضرت ابوبکرؓ نے کیا دیکھا تھا تاہم سیرتِ حَلَبِیّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی رؤیا کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ چاند ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرا ہے جس کا پہلے تذکرہ گزر چکا ہے، پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب حضرت ابوبکرؓ نے اس رؤیا کا ذکر بَحِیْرَا راہب کے سامنے کیا تھا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد۱ صفحہ ۳۹۱ دار الکتب العلمیۃ ۲۰۰۱ء)

بہرحال اس بارے میں مزید روایتیں بھی سیرت لکھنے والوں نے لکھی ہیں وہ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔

(الفضل انٹرنیشنل 24؍دسمبر 2021ء صفحہ 5تا10)